# حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث پر زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

”حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحِمَّانِيُّ، قَالَ:حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاش، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ، عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إبْرَاهِيمَ، عَنْ الأَسْوَدِ، قَالَ: رَأَيْت عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ لاَ يَعُود۔ قَالَ: وَرَأَيْت إبْرَاهِيم، وَالشَّعْبِيَّ يَفْعَلاَنِ ذَلِكَ۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَهَذَا عُمَرُ رضي الله عنه لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَيْضًا إلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ لِأَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَيَّاشٍ، وَإِنْ كَانَ هَذَا الْحَدِيثُ إنَّمَا دَارَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ ثِقَةٌ حُجَّةٌ، قَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ“۔ ”حضرت ابراہیم نے اسود سے نقل کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی تکبیر میں صرف ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ ہاتھ نہ اٹھاتے اور میں نے ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے مطابق صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا دار مدار حسن بن عیاش راوی پر ہے۔ اور وہ قابل اعتماد و پختہ راوی

ہے۔ جیسا کہ یحییٰ بن معینؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے''۔ (المعانی الآثار للطحاوی: ج ا، ص ۲۲۸؛ نصب الرایۃ: ج ا، ص ۴۰۵، رقم ۱۷۲۴)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں۔ یہ سند بے غبار اور بالکل صحیح ہے جس پر کسی بھی طرح کے کلام کی گنجائش نہیں۔ گزشتہ گیارہ سو (۱۱۰۰) سالوں میں آج تک کسی بھی محدث نے اس حدیث کے کسی ایک راوی کو بھی ضعیف نہیں کہا۔

## غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ اور ان کارد

زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ اور رد پیش کرنے سے پہلے میں قارئین کے سامنے ان کی علمی صلاحیات کے کچھ نمونے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ لاعلم مسلمانوں کو ان کی تحقیقی حیثیت کا اندازہ ہو سکے۔

زبیر علی زئی صاحب کی علمی بصیرت کا اندازہ موصوف کے اپنے انکشاف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف اپنی کتاب نورالعینین کے صفحہ نمبر ۱۶۸ پر لکھتے ہیں ''راقم الحروف کی قدیم تحقیق یہ تھی کہ ابو بکر بن عیاشؒ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ بعد میں جب دوبارہ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو جمہور محدثین کے نزدیک صدوق وموثق راوی ہیں''۔

زبیر علی زئی صاحب جنہیں آج کے غیر مقلدین حضرات محدث العصر اور الشیخ العرب و عجم کے خطابات سے نوازتے ہیں، ان کی علمی بصیرت کا یہ عالم ہے کہ موصوف کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ابو بکر بن عیاشؒ صحیح بخاری کے رجالوں میں سے ہیں پھر بھلا وہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف کیسے ہوسکتے ہیں؟ زبیر علی زئی صاحب کی تحقیق کے ایسے کئی لطیفے ہم پہلے ہی قارئین کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ یہاں میرا مقصد زبیر علی زئی صاحب کا تمسخر واستہزاء نہیں ہے بلکہ قارئین کو یہ باور کرانا ہے کہ زبیر علی زئی صاحب وہ شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد حسن بن شیبانیؒ پر کس قدر تنقید وبہتان تراشیاں کی ہیں۔ جس شخص کا علمی معیار یہ ہے کہ اسے صحیح بخاری کے رجالوں کی تحقیق نہیں، جس بخاری سے وہ صبح شام حوالے پیش کرتے رہتے ہیں وہ شخص امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ جیسے جلیل القدر فقیہہ ومحدث جن کو امت مسلمہ نے اپنا امام مانا ہے ان کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسے کم عقل ومتعصب شخص کو ہدایت عطا فرمائے (آمین)۔

اعتراض نمبر ا: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۳ پر اپنا پہلا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوریؒ نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔ صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمرؓ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرتے تھے"۔(نصب الرایۃ: ج ا، ص ۴۰۵؛ والبدر المنیر: ج ۳، ص ۵۰۱)

جواب نمبر ا: امام حاکمؒ کی اس جرح سے یہ واضح ہو گیا کہ انہوں نے اس روایت کی سند و متن پر کسی قسم کا کلام نہیں کیا، بلکہ صرف اتنا بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت شاذ ہے وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ سیدنا عمرؓ سے رکوع سے پہلے اور بعد کا رفع الیدین بھی ثابت ہے۔

## شاذ حدیث کی تعریف

لغوی اعتبار سے "شاذ" شذ کا اسم مفعول ہے جو کہ انفرادیت کو ظاہر کرتا ہے۔ شاذ کا معنٰی ہے اکثریت کے مقابلے پر اکیلا ہونا۔ اصطلاحی مفہوم میں شاذ ایسی قابل قبول روایت کو کہتے ہیں جو کہ کسی دوسری اپنے سے زیادہ مضبوط روایت کے خلاف ہو۔

## شاذ حدیث کی تعریف کی وضاحت

شاذ روایت قابل قبول ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کے راوی اچھے کردار کے اور احادیث کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔ دوسری روایت اس کی نسبت قابل ترجیح اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کے راوی زیادہ ثقہ ہوں یا اسے متعدد اسناد سے روایت کیا گیا ہو یا کسی اور وجہ سے ترجیح دی گئی ہو۔

شاذ حدیث کی تعریف سے متعلق ماہرین میں اختلاف رائے ہے لیکن یہ وہ تعریف ہے جسے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے: "اصطلاحات کے علم میں یہ تعریف زیادہ قابل اعتماد ہے"۔(النخبۃ و شرحھا: ص ۳۷)

مندرجہ بالا تعریف کے مطابق شاذ حدیث قابل قبول ہوا کرتی ہے۔ اصول حدیث کی رو سے کسی حدیث کا شاذ ہونا صحت اصطلاحی کے منافی نہیں ہے کیونکہ محدثین کے یہاں شذوذ کی تین اقسام ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: "صحیح کی تعریف میں عدم شذوذ کی شرط لگانا اور فقدان شرط کی صورت میں اس حدیث کو صحت کا درجہ نہ دینا یہ امر مشکل ہے، کیونکہ جب سند

متصل ہے اور اس کے تمام رواۃ عادل وضابط ہیں تو اس حدیث سے علت ظاہرہ منتفی ہوگئی پھر جب وہ معلول نہیں رہی تو اس پر صحت کا حکم لگانے سے کون سی چیز مانع بن رہی ہے محض اس کے راویوں میں سے کسی ایک کا اپنے سے اوثق یا اکثر کی مخالفت کر دینا ضعف کو مستلزم نہیں ہے بلکہ وہ صحیح اور اصح کی قبیل سے ہوگی یعنی جس حدیث میں مخالفت ہے اس کو صحیح اور اوثق یا اکثر کی روایت کو اصح کہا جائے گا"، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں ہے بلکہ ائمہ محدثین میں سے کسی کو نہیں دیکھا گیا کہ وہ اس سند پر جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کر رہا ہے عدم صحت کا حکم لگاتے ہوں، ہاں یہ بات تو موجود ہے کہ وہ صحت میں دونوں کو برابر کا درجہ نہیں دیتے بلکہ بعض کو بعض پر مقدم کرتے ہیں"۔(مقدمۃ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح: ص ۲۱)

## صحیحین میں احادیث شاذ کی چند مثالیں

شاذ احادیث کی مثالیں صحیحین وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

من جملہ ان مثالوں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اونٹ بیچنے میں کیا ثمن لیا تھا پس بعض روایات میں ہے "فَاشْترا هُ مِنّی بأُوقيةٍ" کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اونٹ کو ایک اوقیہ میں خریدا، (صحیح البخاری: ج ۱، ص ۲۸۲) اور بعض راوی تو ثمن دو سو درہم ذکر کرتے ہیں، اور بعض چار اوقیہ ذکر کرتے ہیں، اور بعض بیس دینار۔ ملاحظہ ہو (صحیح البخاری: ج ۱، ص ۳۷۵) اور بعض حدیث میں چار دینار کا تذکرہ ہے، دیکھیے (صحیح البخاری: ج ۱، ص ۳۰۹) اسی طرح بعض حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رکوب کی شرط لگائی تھی کہ مدینہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ (صحیح البخاری: ج ۱، ص ۳۷۵)

اور بعض میں ہے کہ سوار ہونے کی شرط نہیں لگائی تھی۔ اس شدید اختلاف کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں طرح کی روایات کو اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر لے آئے ہیں اور ان طرق کو ترجیح دی جس میں رکوب کی شرط ہے، اسی طرح اس حدیث کو ترجیح دی جس میں ثمن ایک اوقیہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دونوں طرح کی حدیثوں کو اختلاف کے باوجود ذکر کرنا اور اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر جگہ دینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ محض مخالفت اور شاذ ہونا حدیث کو صحت کے درجہ سے نہیں گرا سکتا ہے، ورنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں طرح کی حدیثوں کو بخاری شریف میں نہ لاتے۔

نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث مالک عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ کے طریق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی دو رکعت سے پہلے لیٹنے کو ذکر کیا ہے حالانکہ زہری کے تلامذہ میں سے عام اصحاب جیسے معمر، یونس، عمرو بن الحارث، اوزاعی، ابن ابی ذئب، شعیب وغیرہم فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹنے کو ذکر کیا ہے اور جمیع حفاظ نے ان حضرات کی روایات کو امام مالکؒ کی روایت پر مقدم اور راجح قرار دیا ہے اس کے باوجود بھی اصحاب الصحاح نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو اپنی کتابوں کے اندر ذکر کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

ان مثالوں میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب عثمان رضی اللہ عنہ کے تحت ولید بن عقبہ کے قصہ میں ذکر کیا ہے اور اسی میں ہے "فجلده ثمانين" کہ ان کو اسّی کوڑہ لگایا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ وہم ہے خود بخاری کے اندر ہے "فجلد الوليد رضى الله عنه أربعين جلدة" کہ ولید کو چالیس کوڑہ لگایا خود امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس کوڑے والی حدیث کو اپنی کتاب مسلم شریف کے اندر ذکر کیا ہے۔ دیکھیے (فتح الباری:۴۶-۷۵۱ ۴)

اس اختلاف کے باوجود کہ اسّی کوڑے والی روایت شاذ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر اس کو ذکر کیا ہے۔ لہٰذا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شاذ حدیث قابل قبول ہوتی ہے اور امام حاکمؒ کا حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ "اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی" صحیح نہیں ہے۔

امام حاکمؒ کے اس اعتراض کے جواب میں امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

"قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَهَذَا عُمَرُ رضي الله عنه لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَيْضًا إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ لِأَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَيَّاشٍ، وَإِنْ كَانَ هَذَا الْحَدِيثُ إِنَّمَا دَارَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ ثِقَةٌ حُجَّةٌ، قَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ۔ أَفَتَرَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه خَفِيَ عَلَيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَعَلِمَ بِذَلِكَ مَنْ دُونَهُ، وَمَنْ هُوَ مَعَهُ يَرَاهُ يَفْعَلُ غَيْرَ مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ يَفْعَلُ، ثُمَّ لاَ يُنْكِرُ ذَلِكَ عَلَيْهِ، هَذَا عِنْدَنَا مُحَالٌ۔ وَفَعَلَ عُمَرُ رضي الله عنه هَذَا وَتَرَكَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّه إِيَّاهُ عَلَى ذَلِكَ، دَلِيلٌ صَحِيحٌ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْحَقُّ الَّذِي لاَ يَنْبَغِي لِأَحَدٍ خِلاَفُهُ۔ وَأَمَّا مَا رَوَوْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه مِنْ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا هُوَ مِنْ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ۔ وَهُمْ لاَ يَجْعَلُونَ إِسْمَاعِيلَ فِيمَا رُوِيَ عَنْ غَيْرِ الشَّامِيِّينَ، حجَّةً، فَكَيْفَ يَحْتَجُّونَ عَلَى خَصْمِهِمْ، بِمَا لَوْ احْتَجَّ بِمِثْلِهِ

عَلَيْهِمْ، لَمْ يُسَوِّغُوهُ إِيَّاهُ- وَأَمَّا حَدِيثُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه فَهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ خَطَأٌ، وَأَنَّهُ لَمْ يَرْفَعْهُ أَحَدٌ إِلَّا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ خَاصَّةً، وَالْحُفَّاظُ يُوقِفُونَهُ، عَلَى أَنَسٍ رضي الله عنه- وَأَمَّا حَدِيثُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، فَإِنَّهُمْ يُضَعِّفُونَ عَبْدَ الْحَمِيدِ، فَلاَ يُقِيمُونَ بِهِ حُجَّةً، فَكَيْفَ يَحْتَجُّونَ بِهِ فِي مِثْلِ هَذَ- وَمَعَ ذَلِكَ فَإِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ لَمْ يَسْمَعْ ذَلِكَ الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي حُمَيْدٍ، وَلاَ مِمَّنْ ذُكِرَ مَعَهُ فِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمَا رَجُلٌ مَجْهُولٌ، قَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ الْعَطَّافُ بْنُ خَالِدٍ عَنْهُ، عَنْ رَجُلٍ، وَأَنَا ذَاكِرٌ ذَلِكَ فِي بَابِ الْجُلُوسِ فِي الصَّلاَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى- وَحَدِيثُ أَبِي عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ هَذَا، فَفِيهِ "فَقَالُوا جَمِيعًا صَدَقْتَ" فَلَيْسَ يَقُولُ ذَلِكَ أَحَدٌ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ"۔

"امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے مطابق صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا دار مدار حسن بن عیاش راوی پر ہے۔ اور وہ قابل اعتماد و پختہ راوی ہے۔ جیسا کہ یحیٰی بن معینؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدے میں ہاتھ اٹھاتے ہوں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہو اور دوسروں کو معلوم ہو جائے جو ان سے کم صحبت والے ہوں۔ اور آپ کے ساتھی آپ کو ایسا فعل کرتے دیکھیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو پھر وہ اس کا انکار نہ کریں۔ ہمارے نزدیک تو یہ بات ناممکنات میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کو چھوڑنا اس بات کی پکی دلیل ہے کہ یہ ایسا حق ہے کہ کسی عاقل کو اس کے خلاف کرنا مناسب نہیں۔ رہی وہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جس کو اسماعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے۔ تو وہ خود اسماعیل کو شامیوں کے علاوہ کی جانے والی روایت میں حجت قرار نہیں دیتے، تو ایسی روایت سے اپنے مخالف پر بطور دلیل کے کس طرح پیش کرسکتے ہیں کہ اگر اس جیسی روایت سے ان کے خلاف دلیل پیش کی جائے تو وہ کبھی اسے برداشت نہ کریں گے۔ رہی روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تو وہ (مخالفین) خود اس کو غلط قرار دیتے ہیں۔ عبدالوہاب ثقفی کے علاوہ اور کسی نے اس کو مرفوع بیان نہیں کیا۔ بلکہ حفاظ تو اسے انسؓ پر موقوف قرار دیتے ہیں۔ باقی روایت عبدالحمید بن جعفر تو وہ (مخالفین) اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں تو ایسے موقع پر ایسے شخص کی روایت بطور حجت (ہمارے خلاف) کیسے پیش کرتے ہیں حالانکہ محمد بن عمرو نے اس کو ابوحمید سے نہیں سنا اور نہ ہی ان سے جن کا تذکرہ اس کے ساتھ ہو۔ اس روایت میں ان کے درمیان ایک مجہول شخص ہے۔ اس بات کو عطاف سے ایک آدمی سے بیان کیا ہے۔ میں باب

الجلوس فی الصلوۃ میں انشاءاللہ اس کا تذکرہ کروں گا۔ اور ابو عاصم کی عبدالحمید سے روایت تو اس میں یہ الفاظ ہیں: ''فَقَالُوا جَمِيعًا صَدَقْتَ'' یہ اضافہ ابوعاصم کے علاوہ کسی نے نقل نہیں کیا''۔(المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۸)

''قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَمَا أَرَدْتُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ تَضْعِيفَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَمَا هَكَذَا مَذْهَبِي، وَلَكِنِّي أَرَدْتُ بَيَانَ ظُلْمِ الْخَصْمِ لَنَا''۔ ''امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے کسی عالم راوی کی کمزوری ظاہر کرنا مقصود نہیں اور نہ ہی یہ میرا طریقہ ہے لیکن میرا مقصود صرف مخالف فریق کی زیادتی واضح کرنا ہے''۔(المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۳۰)

<u>اعتراض نمبر ۲:</u> زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۳ پر اپنا دوسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''امام ابوزرعہ رازیؒ نے الحسن بن عیاشؒ کے مقابلے میں سفیان ثوریؒ کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے''۔(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ج۱، ص۹۵)

<u>جواب نمبر ۲:</u> جناب زبیر علی زئی صاحب کی علمی صلاحیات اور متعصب ذہنیت کا اندازہ ان کے بیجا اعتراضات اور ائمہ کرامؒ کے اقوال پر نامناسب استدلال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ زبیر علی زئی صاحب نے امام ابو زرعہ رازیؒ کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تائید میں کہے گئے الفاظ کو بھی جرح بنا کر پیش کر دیا۔ لگتا ہے زئی صاحب کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ اعتراض کسے کہتے ہیں اور تائید کسے۔

امام ابوزرعہ رازیؒ کے الفاظ پڑھ کر ایک عامی شخص بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امام ابوزرعہ رازیؒ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ صرف اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ان کے نزدیک ترکِ رفع یدین والی احادیث میں الحسن بن عیاشؒ کی بیان کردہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مقابلے میں سفیان ثوریؒ کی بیان کردہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث زیادہ صحیح ہے۔ زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک اگر امام ابوزرعہ رازیؒ کا قول صحیح ہے تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ زبیر علی زئی صاحب نے ترکِ رفع الیدین والی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا۔ امام ابوزرعہ رازیؒ کے نزدیک چاہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ والی حدیث زیادہ صحیح ہو یا پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی، دونوں ہی احناف کے ترکِ رفع الیدین کے دعویٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ امام ابوزرعہ رازیؒ کا قول

احناف کی مخالفت میں نہیں بلکہ حمایت میں ہے اور زبیر علی زئی صاحب کا امام ابوزرعہ رازیؒ کے تائیدی الفاظ کو جرح بنا کر پیش کرنا باطل ومردود ہے۔

امام حاکمؒ اور امام ابوزرعہ رازیؒ کے اقوال پیش کرنے کے بعد جناب زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۳ پر ایک ایسی بات لکھتے ہیں کہ جس کو پڑھ کر قارئین کرام بڑا لطف اندوز ہوں گے۔ موصوف لکھتے ہیں: ''امام ابوزرعہ رازیؒ اور امام حاکمؒ اور جمہور کی تحقیق امام طحاویؒ کی تحقیق پر مقدم ہے''۔

لگتا ہے زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک صرف ایک اکیلے امام حاکمؒ ہی جمہور ہیں۔ زبیر علی زئی صاحب کی اس ناقص وشرمناک تحقیق پر تو پوری غیر مقلدیت کا سر شرم سے جھک جانا چاہئے لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین حضرات جو صرف خود کو قرآن وحدیث پر عمل پیرا سمجھتے ہیں اور باقی تمام مسلمانوں کو اندھے مقلد ومشرک کے نام سے پکارتے ہیں، درحقیقت آج کے اس پُرفتن دور کے ایک جاہل ومتعصب عالم کے اندھے مقلد ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ "إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا، يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"''۔ ''ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے مالک نے ہشام بن عروہ سے، انھوں نے اپنے باپ سے نقل کیا، انھوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھا لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے''۔ (صحیح البخاری: کتاب العلم، باب کَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ، جلد نمبر ا، رقم الحدیث ۱۰۰)

زبیر علی زئی صاحب کا پیش کردہ صرف اکیلے امام حاکمؒ کا اعتراض اوراس پر امام طحاویؒ کے مدلل جوابات کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد ایک عامی شخص بھی اس بات کو بخوبی تسلیم کرے گا کہ احناف کا ترکِ رفع الیدین کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور کتب احادیث سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اور پچھلے چودہ سو (۱۴۰۰) سالوں سے امت مسلمہ کی سب سے بڑی جماعت اس پر عمل پیرا ہے۔ لہٰذا کسی کم عقل و متعصب شخص کا ترکِ رفع الیدین سے ادا کی جانے والی نمازوں کو باطل قرار دینا کم عقلی اور جہالت کی نشانی ہے۔

اعتراض نمبر۳: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۴ پر بناء کسی دلیل کے اپنا تیسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”دوسرے یہ کہ اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں۔ اور یہ روایت معنعن ہے۔ حدیث ابن مسعودؓ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہیں“۔ (نورالعینین: ص ۱۶۴)

جواب نمبر۳: زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض عقل سے بالاتر ہے کیونکہ زبیر علی زئی صاحب نے خود اپنی کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین میں ابراہیم نخعیؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کا عنعنہ قابل قبول ہے۔ لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کا زیرِ بحث حدیث میں ابراہیم نخعیؒ کو مدلس قرار دینا باطل و مردود ثابت ہوا۔

”امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (۵۰ تا ۹۵ھ) مشہور تابعی اور خیر القرون کے محدث ہیں اور احناف کے نزدیک خیر القرون کی تدلیس صحتِ حدیث کے منافی نہیں“۔ (قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی: ص ۱۵۹)

”تدلیس کے اعتبار سے محدثین نے رواۃ حدیث کے مختلف طبقات بنائے ہیں، بعض طبقات کی روایات کو صحت حدیث کے منافی جبکہ دوسرے بعض کی روایات کو مقبول قرار دیا ہے۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو محدثین کی ایک بڑی جماعت جن میں امام ابوسعید العلائی، علامہ ابن حجر، محدث ابن العجمی اورامام حاکم نیشاپوریؒ شامل ہیں، نے ”طبقہ ثانیہ“ میں شمار کیا ہے۔ (جامع التحصیل فی احکام المراسیل: ص ۱۱۳؛ معرفۃ علوم الحدیث: ص ۱۰۵؛ طبقات المدلسین: ص ۶۴؛ التعلق الامین علی کتاب التبیین لاسماء المدلسین: ص ۹۲؛ تسمیۃ مشائخ وذکر المدلسین: ص ۱۲۳؛ کتاب المدلسین الامام الحافظ ابی زرعۃ احمد بن عبد الرحیم بن العرابی: ص ۶)

نیز عصر حاضر میں الدکتور العواد الخلف اور سید عبد الماجد الغوری نے بھی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو مرتبہ / طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔ (روایات المدلسین للعواد الخلف:ص ۱۷۰؛التدلیس والمدلسون للغوری:ص ۱۰۴؛ التدلیس والمدلسون، شیخ حماد انصاری)

خود زبیر علی زئی صاحب نے بھی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔(الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین:ص ۵۱)

اور محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ طبقہ ثانیہ کے مدلس کی روایت مقبول ہے،اس کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں۔(التدلیس والمدلسون للغوری:ص ۱۰۴؛جامع التحصیل فی احکام المراسیل:ص ۱۱۳؛روایات المدلسین للعواد الخلف:ص ۳۲)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس والی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں۔ لہذا بقول زبیر علی زئی صاحب کہ اگر ابراہیم نخعیؒ کی عن والی روایت ضعیف ہیں تو پھر صحیح بخاری و صحیح مسلم کو ضعیف بخاری و ضعیف مسلم کہنا شروع کر دیں اور انہیں اصح الکتب کہنا چھوڑ دیں۔

مسئلہ تدلیس پر زبیر علی زئی صاحب کے اوہام، تحریفات اور غلط بیانیوں کی مکمل تحقیق حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بحوالہ سفیان ثوریؒ کے تحت بیان کر دی گئی ہے، لہذا اس موضوع پر مزید کلام کی ضرورت نہیں۔

اعتراض نمبر ۴: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۴ پر ایک علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین نہ کرنے والے ہوتے تو ان کا جلیل القدر اور فقیہ بیٹا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین نہ کرتا، حالانکہ معاملہ بر عکس ہے۔ ابن عمرؓ رفع الیدین کرتے تھے بلکہ نہ کرنے والوں کو مارتے تھے لہذا یہ روایت صحیح نہیں ہے''۔(نور العینین:ص ۱۶۴)

جواب نمبر ۴-۱: زبیر علی زئی صاحب کا دعویٰ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ رفع الیدین کیا باطل و مردود ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع الیدین کی کئی احادیث بسند صحیح ثابت ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔''روى أبو جعفر الطحاوي عن ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاش، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إلَّا فِي

التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلاَةِ"۔ "ابو بکر بن عیاشؒ نے حصین سے انہوں نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی وہ صرف تکبیر افتتاح میں ہاتھ اٹھاتے تھے"۔(المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۵؛ نصب الرایۃ: ج۱، ص۳۹۶، رقم ۱۶۹۹)

۲۔"روى ابن أبي شيبة من طريق أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ"۔ "ابو بکر بن عیاشؒ نے حصین سے انہوں نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے"۔(رواۃ ابن اَبی شیبۃ فی المصنف وسند صحیح علی شرط الشیخین: ج۲، ص۶۱؛ والبیھقی فی المعرفۃ: ج۲، ص۴۲۸)

۳۔"حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ حَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ إِلَّا حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ"۔ "حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے"۔ (رواۃ ابن اَبی شیبۃ فی المصنف وسند صحیح علی شرط الشیخین: ج۲، ص۶۱)

۴۔"قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحدّثُ اَبُوْبَكْر عَبْدُاللهِ بْنُ الزُّبَيْرِالْحُمَيْدِىُّ ثَنَا الزُّهْرِىُّ قَالَ اَخْبَرَنِى سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنْ اَبِيْهِ رضى الله عنهما قَالَ (رضى الله عنهما) رَائيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه و سلم اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكَبَيْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بين السَّجْدَتَين"۔ "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔ (مسند الحمیدی واسناد صحیح: ج۱، ص۵۱۵، رقم الحدیث ۶۲۶، دار السقا للطباعۃ والنشر والتوزیع سوریا دمشق)

۵۔"حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَيُّوبَ الْمُخَرِّمِيُّ، وَسَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ عَمْرٍو فِي آخَرِينَ، قَالُوا: ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا

افْتَتَحَ الصَّلاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا"، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، لا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَلا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَالْمَعْنَى وَاحِد"۔ "حضرت امام زہریؒ حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک۔ اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھالے نے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ اور بعض (راویوں) نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہیں"۔ (المسند الصحیح لابی عوانۃ المخرج علی صحیح مسلم: ج۴، ص۳۱۲، رقم الحدیث۱۶۱۶)

جواب نمبر۴-۲: دوسری بات یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارتے تھے تو اس پر علامہ بنوریؒ نے معارف السنن (ج۲، ص۴۶۶) میں یہ بیان کیا ہے کہ "ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں اِس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ رکوع کے وقت ہی رفع یدین نہ کرنے پر کنکریوں سے مارتے تھے، لہٰذا اس اثر کو اس رفع خلافی کا عنوان نہیں بنایا جاسکتا، پس اس سے استدلال بھی صحیح نہ ہو گا۔ اس اثر کے الفاظ اس طرح ہیں: "أنّہ اذا رأی مُصلیًا لا یَرفع حَصَبَہ "یعنی جب وہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ وہ رفع یدین نہیں کر رہا ہے تو اسے کنکریوں سے مارتے، تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نکیر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نہ کرنے پر ہو، نہ کہ مطلق ترکِ رفع یدین پر، اور تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تاکید ظاہر ہے"۔

اعتراض نمبر۵: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر۱۶۴ پر پھر وہی منطقی اعتراض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ لوگ قنوت، وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں اگر سیدنا عمرؓ سے منسوب یہ اثر صحیح ہوتا تو پھر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے تکبیر تحریمہ کے بعد (قنوت، وتر اور عیدین) میں بھی رفع الیدین نہیں کیا ہے۔ تو پھر یہ لوگ کیوں کرتے ہیں؟ اگر قنوت، وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دیگر دلائل سے ثابت ہے۔"۔ (نور العینین: ص۱۶۴)

جواب نمبر۵: زبیر علی زئی صاحب کے اس منطقی اعتراض کا جواب یہ ہے کہ احناف نماز میں جن مواقعوں (یعنی رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت، دونوں سجدوں کے درمیان، دوسری

رکعت کے شروع میں، تیسری رکعت کے شروع میں اور سلام پھیرتے وقت) کے رفع یدین کو منسوخ مانتے ہیں ان تمام مواقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اور اس کا نسخ بھی جبکہ اس کے برعکس نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مواقعوں پر احناف رفع یدین کرتے ہیں ان مواقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنے کی دلیل تو ملتی ہے لیکن نسخ کی دلیل نہیں ملتی۔ اسی لئے ہم (احناف) ان مواقعوں پر رفع یدین کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قنوت، وتر اور عیدین کے رفع الیدین پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس حدیث میں نہ تو وتر کی نماز کا بیان ہے اور نہ ہی عیدین کی نماز کا۔ جبکہ نمازِ عیدین میں نہ اذان دی جاتی ہے اور نہ اقامت (تکبیر) کہی جاتی ہے اور اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی عام نمازوں سے بالکل مختلف ہے لہٰذا اس کو نمازِ پنجگانہ سے مشابہت دینا اور اس کے حکم کا اطلاق کرنا عقل سے بالاتر ہے۔

تیسری بات یہ کہ ہم (احناف) نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مقامات پر رفع یدین کرنے کے قائل ہیں وہ نمازِ پنجگانہ میں کیئے جانے والے رفع یدین کے مقامات سے بالکل الگ ہیں۔ لہٰذا اگر ہم نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں ان مقامات پر رفع یدین کے قائل ہوتے جن مقامات پر منسوخ سمجھتے ہیں تو اعتراض کی صورت بنتی تھی لیکن جب ہم ان نمازوں میں بھی ان مقامات پر رفع یدین کے قائل نہیں تو پھر اعتراض کس بات کا؟

منکرین ترکِ رفع الیدین کو چاہیئے کہ کوئی ایسی صریح صحیح حدیث پیش کریں جس میں نبی کریم ﷺ سے رفع الیدین کرنے پر دوام کا ثبوت ہو۔ کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ نماز میں رفع الیدین نہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا جب دعویٰ خاص ہے تو پھر دلیل بھی خاص ہونی چاہیئے۔